رجسٹرڈ انگلینڈ نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ؎
سہ ماہی .... ؏

قیمت پرانا پرچہ ۴

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ؎
سہ ماہی .... ؏

قیمت فی پرچہ (۲)

جلد (۳)

۱۶ امرداد ۱۳۵۳ ف | یکم شعبان ۱۳۶۳ھ | ۲۲ جولائی ۱۹۴۴ء شنبہ

نمبر ۱۷

مسٹر راجگوپال چاری اور مسٹر جناح کی مراسلت

جرائد کے تبصرے

"ٹائمز آف انڈیا" لکھتا ہے کہ جناب راجگوپال چاری کی مراسلت کی اشاعت سے مسرت بھی ہوگی اور افسوس بھی۔ مسرت اس بات پر کہ کانگریس نے بالآخر مسلم لیگ سے سمجھوتہ کرنے کی ضرورت کو تسلیم کر لیا اور افسوس اس بات پر کہ مسٹر راجگوپال چاری اور مسٹر جناح کی مراسلت ایک ایسی چھوٹی سی بات پر ٹوٹ گئی جس کا تعلق سیاسیات سے زیادہ طریقہ کار سے ہے۔ مستقبل کے مورخین اس افسوسناک واقعہ پر [illegible] گذشتہ دو سال سے ہندوستان میں سیاسی گفت و شنید لیڈروں کی باہمی طویل مراسلت کے ذریعہ ہوتی رہی۔ حالیہ مراسلت سے جس حد تک ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر جناح پاکستان کے اصول کو تسلیم کرنے تیار ہیں وہ کانگریس اور لیگ کے سمجھوتہ کے لئے ایک تعمیری اقدام کے طور پر قابل ستائش ہے۔ اس موقع پر ایک چھوٹی سی بات پر گفت و شنید کا منقطع ہو جانا افسوسناک ہے۔ غیر جانبدار مبصرین کے نزدیک مسٹر جناح کی یہ پیش کش کہ وہ کانگریس کے فارمولا کو مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کریں گے غیر معقول نہیں ہے۔ ایسے وقت جبکہ مسٹر گاندھی حکومت سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ انہیں کانگریس کی مجلس عاملہ سے ربط قائم کرنے کا موقع دیا جائے مسٹر راجگوپال چاری کا اس بات پر اصرار کہ مسٹر جناح لیگ کی مجلس عاملہ سے رجوع کئے بغیر اس فارمولا کو قبول کریں عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے۔ اور ایک عام آدمی بھی آسانی سے یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ مسٹر گاندھی اس فارمولا کو ایک شخصی خط کے ذریعہ مسٹر جناح کے پاس روانہ کر کے انہیں پیش کر رہے ہیں۔ اگرچہ [illegible] کی یہ خواہش تھی کہ لیگ کے [illegible] کی طرف سے [illegible] جواب دیا جاتا تاہم یہ بات قابل غور ہے کہ مسٹر جناح نے اس فارمولا کو مسترد نہیں کیا۔ کوئی وجہ نہیں کہ اب لیگ اس تجویز پر غور نہ کرے۔ مسٹر راجگوپال چاری نے بہت اچھا کیا کہ کانگریس کی تجاویز کو وضاحت کے ساتھ مرتب کر دیا۔ مسٹر جناح کے سابقہ بیانات سے باخبر قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ وہ امور کیا ہیں جن پر مزید گفت و شنید کی ضرورت ہوگی۔ اہم واقعہ یہ ہے کہ کانگریس نے اپنے نقطہ نظر کو واضح کر کے مفید اسپرٹ کا اظہار کیا۔ اس اسپرٹ سے دونوں فریق کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جناب راجگوپال چاری کی مراسلت پڑھ کر اکثر لوگوں کو کانگریس کی اس تنگ نظری پر حیرت ہوگی کہ اس نے کرپس کی تجاویز کو کیوں مسترد کر دیا تھا۔ اگر ہندوستان کے قائدین مستقبل پر اور حکومت خود اختیاری چلانے کی صلاحیت پر ایقان رکھتے ہیں تو [illegible] کہ وہ اپنے اختلافات کو دور کریں۔

بمبئی کرانیکل تحریر کرتا ہے کہ [illegible] یقین رکھنے کے قابل ہے [illegible] گزشتہ سال [illegible] اپریل میں گاندھی جی کے فاقہ کے دوران میں ان تجاویز کی نسبت گاندھی جی کی توثیق حاصل کر لی تھی۔ مگر انھوں نے فوراً مسٹر جناح کے پاس یہ تجاویز روانہ نہیں کئے کیونکہ انہیں یہ توقع تھی کہ گاندھی جی رہا کر دئے جائیں گے اور وہ خود مسٹر جناح سے گفت و شنید کریں گے۔ اگرچہ انھوں نے سال بھر انتظار کیا مگر گاندھی جی رہا نہیں کئے گئے اور حکومت برابر یہ اعلان کرتی رہی کہ کانگریس اور لیگ میں سمجھوتہ نہ ہونے کی وجہ سے سیاسی تعطل قائم ہے۔ [illegible] راجہ جی نے خود یہ تجاویز مسٹر جناح کے حوالے کئے مگر مسٹر جناح نے انہیں قبول نہیں کیا [illegible] کے ساتھ یہ کہنا چاہئے کہ وہ شخصی طور پر انہیں قبول کرنے [illegible] کی ذمہ داری لینے تیار نہیں ہیں بلکہ ان تجاویز کو لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے۔ راجہ جی نے اس چیز کو پسند نہیں کیا کہ یہ تجاویز محض تجویز کی حیثیت سے لیگ کی عاملہ کے سامنے پیش کئے جائیں۔ انھوں نے محسوس کیا کہ اگر مسٹر جناح ان تجاویز کو قبول نہ کریں تو مجوزہ طریقہ کار مفید نہ ہوگا۔ اب انھوں نے یہ تجاویز پبلک کے آگے پیش کر دئے ہیں۔ اور [illegible] لوگوں سے جو اس مسئلہ سے دلچسپی رکھتے ہیں یہ اپیل کی ہے کہ اس پر غیر جانبداری سے غور کریں۔ خود تجاویز [illegible] مختلف نہیں ہیں جو کانگریس پہلے ہی تسلیم کر چکی ہے۔ اگرچہ کانگریس ایک وفاق کی حامی ہے [illegible] صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری اور [illegible] اختیارات دینے پر آمادگی ظاہر کی ہے جو قومی حکومت کے منافی نہ ہوں۔ اس کے علاوہ کانگریس کی مجلس عاملہ نے کرپس کی تجاویز کی نسبت جو قرارداد منظور کی تھی اس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ کمیٹی کسی علاقہ واری وحدت کو اس کی مرضی کے خلاف ہندوستانی یونین میں رہنے پر مجبور کرنا نہیں چاہتی۔ مجلس عاملہ کے یہ الفاظ [illegible] ہیں [illegible] اگر وہ چاہیں [illegible] یونین میں شریک [illegible] راجہ جی کی تجاویز [illegible] ہونے کے اصول اور ہندوستان کی [illegible]

(باقی صفحہ ۵)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۴	۱۶ شہریور ۱۳۵۳ ف	نمبر ۱۵

غذائی مسائل اور حکومت کا فرض

حکومت سرکار عالی کی غذائی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے معلومات حیدرآباد کے ایک مضمون میں بتایا گیا تھا کہ:-

"حکومت غلہ کی پیداوار میں اضافہ کرنے میں بھی کوشاں ہے۔ اور دو سال کے عرصہ میں کئی اسکیمیں نافذ کی جاچکی ہیں۔ غلہ کے زیر کاشت رقبہ میں اضافہ کرنے کی غرض سے زیادہ غلہ اُگاؤ کی مہم جاری کی گئی ہے اور کاشتکاروں کے لئے کوئی سہولتیں بھی فراہم کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ غلہ کی کاشت کرنے والوں کے لئے مقابلتاً کم نرخ اور بہتر قسم کے تخم اور کھاد کی فراہمی کا انتظام کیا گیا ہے۔ آبپاشی کی مزید سہولتیں فراہم کی جارہی ہیں اور قابل کاشت افتادہ زمینوں کو زیر کاشت لایا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ کاشتکاروں کو اجناس خوردنی کی کاشت کرنے کی ترغیب دینے کے لئے لگان وغیرہ میں رعایت کی جارہی ہے اور انہیں رقمی امداد بھی دی جاتی ہے۔"

زیادہ غلہ اگاؤ کی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے حکومت کی پیہم کوششوں کے باوجود یہ امر نہ صرف حیرت انگیز بلکہ تکلیف دہ ہے کہ سال گزشتہ جوار کے رقبہ میں (۲۶) لاکھ ایکڑ اور گیہوں کے رقبہ میں (۳) لاکھ ایکڑ کی کمی واقع ہوئی۔ اس کے برخلاف کپاس اور مونگ پھلی کے رقبہ میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ اس کے اسباب و علل پر یہاں بحث کرنا غیر ضروری ہے ایسے زمانہ میں جبکہ سارے ہندوستان میں غذائی قلت ہے اور درآمدات غیر یقینی ہیں کاشتکاروں کو ان کی مرضی کے مطابق کاشت کرنے کی اجازت دینا کسی طرح مفید نہیں۔ اس لحاظ سے حکومت کے حالیہ قوانین جن میں کاشتکاروں کو کپاس اور مونگ پھلی کے بجائے جوار، باجرہ، مکائی، راگی، کنگنی وغیرہ کی کاشت کرنے کی ہدایت دی گئی ہے نہ صرف ضروری بلکہ ایک مفید اقدام ہے۔

تجارتی نقطۂ نظر سے بھی کاشتکاروں کے لئے کپاس اور مونگ پھلی کی کاشت اب اس قدر مفید نہیں ہوسکتی کہ کپاس اور چھوٹے ریشہ دار کپاس کی قیمت دن بدن گھٹتی جارہی ہے۔ اس کے علاوہ حکومت سرکار عالی نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ وہ غیر غذائی اجناس کے حمل و نقل اور نکاسی میں کوئی سہولت بہم نہیں پہنچا سکے گی۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ آئندہ سال غیر غذائی اجناس کی برآمد کے لئے اجازت نامے عطا نہ ہوں گے۔ اس کے برخلاف غذائی اجناس کی مانگ دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور اگر کھلے بازار میں اجناس خوردنی کی قیمت نہ ہو تو حکومت نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ خود ان اجناس کو مناسب داموں پر خریدے گی۔ پس عہدہ داران مال، زراعت، آبپاشی اور امداد باہمی کی یہ مشترکہ کوشش ہونی چاہئے کہ اجناس خوردنی کی کاشت کے رقبہ میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو اور کپاس اور مونگ پھلی کے رقبوں میں کمی ہو۔

اجناس خوردنی کے رقبہ میں اضافہ کرنے کی رائے ملک کی عام غذائی صورت حال کے پیش نظر ہر باشندہ ملک کے نزدیک صحیح سمجھی جائے گی مگر ساتھ ہی ساتھ کاشتکاروں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ یہ صحیح ہے کہ گزشتہ دو تین سال کے دوران میں کاشتکاروں کی اکثریت نے اپنے موروثی قرضوں کے بوجھ سے نجات حاصل کر لی ہے اور آج وہ نسبتاً مرفہ الحال ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کی عام حالت کو بلند تر کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ کاشتکاروں کے ساتھ خصوصی مراعات ملحوظ رکھی جائیں۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ تقاوی کا بہتر تخم یا بہتر کھاد کے لئے حکومت نے جو رقم منظور کی ہے وہ قطعاً ناکافی ہے۔ کیا ہم توقع رکھیں کہ سنہ ۵۴ فصلی کے میزانیہ میں ان اغراض کے لئے ایک معقول رقم کم از کم ایک کروڑ شریک کی جائے گی تاکہ زرعی ترقی کی اسکیمیں دفتری رکاوٹوں کے بغیر بہ آسانی چل سکیں۔ چند سال قبل ان کاشتکاروں کو جنہوں نے کپاس کے بجائے جوار کی کاشت کی تھی دو روپیہ فی ایکڑ امداد دی گئی تھی لیکن اب سنا جارہا ہے کہ یہ رعایت منسوخ کر دی گئی ہے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو ایسا عمل یقیناً غلط ہے جو کاشتکار غیر غذائی اجناس کے بجائے غذائی اجناس کی کاشت کرے اس کے ساتھ کسی نہ کسی صورت میں رعایت ملحوظ رکھنا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جدید کاشتکاروں کے ساتھ ـــــ یعنی وہ اشخاص جو زیادہ غلہ اگاؤ کی مہم کے تحت زمینات حاصل کر رہے ہیں یا حاصل کرنے پر آمادہ ہیں ـــــ کافی رعایت ہونی چاہئے۔ مثلاً پہلے سال ان سے کوئی لگان وصول نہ کی جائے، دوسرے سال ربع، تیسرے سال نصف اور چوتھے یا پانچویں سال ان پر زمین کا پورا بار عاید کیا جائے۔

باؤلیوں کے ذریعہ تری کی کاشت کو فروغ دینے کی اسکیم ایک عرصہ سے معرض بحث میں رہی ہے۔ مولوی سید عارف الدین صاحب جو اس شعبہ انجنیری کے ماہر ہیں یہ امر سمجھتے ہیں کہ وہاں کی کاشت کو فروغ دینے کا یہ ایک موثر ذریعہ ہے۔ چنانچہ اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ صوبہ متوسط و برار کی حکومت نے پانچ ہزار باؤلیاں حال ہی میں کھدوائی ہیں۔ اگر حکومت سرکار عالی بھی اس جانب توجہ کرے یا باؤلیوں کی کھدائی کے لئے کاشتکاروں کو قرض دے تو چاول کی پیداوار میں کافی اضافہ ہو سکتا ہے۔

محکمہ اعداد و شمار کی مطبوعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں اب بھی تقریباً بیس لاکھ ایکڑ اراضی جو قابل کاشت ہے افتادہ پڑی ہوئی ہے۔ ان زمینات کو ہر لحاظ سے قابل کاشت بنانے کے لئے ابتداء میں کافی سرمایہ درکار ہوگا۔ پس اگر حکومت یا سرمایہ دار طبقہ ایسی زمینات کو ہموار اور قابل کاشت بنا کر زیر کاشت لائے تو ملک کی معاشی دولت اور کاشتکاروں کی خوشحالی میں کافی اضافہ ہو سکتا ہے۔ گزشتہ سال اطلاعات عامہ کے ایک اعلامیہ میں بیان کیا گیا تھا کہ محکمہ آبپاشی جدید ذخائر آب کی تعمیر کی جانب فی الفور متوجہ ہوگا لیکن ہمیں اب تک نہیں معلوم ہوا کہ محکمہ آبپاشی نے کیا اقدام کیا ہے کیا ہم مولوی انوار اللہ صاحب سے دریافت کر سکتے ہیں کہ گزشتہ دو تین سال کے دوران میں کتنے ذخائر آب کی تعمیر کا کام شروع ہوا، کتنے قدیم ذخائر کی ترمیم و توسیع ہوئی اور آئندہ سال کتنے کارہائے آب پاشی کو ہاتھ میں لینا مقصود ہے۔ اگر محکمہ آبپاشی ایسی کوئی اطلاع عوام کی طمانیت کے لئے شائع کرے تو حکومت کے غذائی مسئلہ سے متعلق عوام کے اعتماد میں اضافہ ہوگا۔

مختصر یہ کہ اجناس خوردنی کے کاشتکاروں کے ساتھ مراعات ملحوظ رکھی جائیں۔ مولوی سید عارف الدین صاحب کے مشورے سے صوبہ متوسط کی طرح کم از کم پانچ ہزار باؤلیوں کی کھدائی کا کام شروع کیا جائے۔ جدید ذخائر آب کی تعمیر پر توجہ کی جائے۔ ان سب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ بہتر تخم، بہتر کھاد اور تقاوی کے لئے ایک وافر رقم سررشتہ زراعت کے میزانیہ میں شریک کی جائے۔ محکمہ فینانس نے غیر سرکاری ارکان فینانس کمیٹی سے خود طلب کیا تھا کہ حصول زائد منافع اندوزی کی رقم جو تقریباً [illegible] ہے کسی امدادی کام میں کس طرح صرف کی جائے

ہماری رائے میں یہ رقم بہتر تخم اور بہتر کھاد کے لئے مستفید کاشتکاروں کو بطور تقاوی دی جائے تو مفید نتائج مرتب ہو سکتے ہیں کیونکہ زراعت کا موجودہ موازنہ جو شائع کیا گیا ہے لاکھ ہے نہایت ناکافی ہے۔

اس ضمن میں ہم حکومت کی توجہ اس امر پر بھی مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ مویشیوں بالخصوص زرعی مویشیوں کی حفاظت اور نگہداشت بھی از حد ضروری ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس وقت بھی مویشیوں کی ایک بڑی تعداد مختلف اغراض کے تحت بیرون ملک روانہ کی جا رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مویشیوں کی قیمت میں تقریباً چوگنا اضافہ ہو گیا ہے۔ دوسری طرف گوشت اور دودھ کی قلت اور گرانی ترقی پر ہے۔ جانوروں کے چارہ کی قیمت پر کوئی نگرانی نہیں ہے۔ بڑا، چنی، کھلی اور کڑبی کمیاب اور گراں ہوتی جا رہی ہے اور ان ساری باتوں کا اثر عام اوسط درجہ کے کسانوں کی حالت پر پڑ رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ حکومت ان مسائل پر عاجلانہ توجہ مبذول کرے۔

صنعتی حسن کاری

گزشتہ ہفتہ راجہ پرتاپ گیرجی کی کوٹھی میں ... نفیس النساء بیگم صاحبہ نے صنعتی حسن کاری کی نمائش کا افتتاح فرمایا۔ یہ نمائش حیدرآباد آرٹ سوسائٹی کی جانب سے منعقد کی گئی ہے جس میں ہندوستان کے مختلف مقامات کے حسن کاروں نے حصہ لیا ہے۔

سنہ ۱۹۴۱ء سے ہندوستان میں ہر سال صنعتی حسن کاری کی نمائش برطانوی حکومت کی کوششوں سے منعقد ہوتی رہی ہے جس کا تعلق زیادہ تر برطانوی ہند کی صنعتوں سے ہے۔ حیدرآباد جیسے ملک میں جہاں صنعت و حرفت اور تجارت ترقی پذیر ہے اور صنعتی ترقی کے امکانات بڑھتے جا رہے ہیں صنعتی حسن کاری کی نمائش کا انعقاد بھی ضروری تھا۔ حیدرآباد آرٹ سوسائٹی کا یہ اقدام ملک کی صنعت و تجارت اور حسن کاری کے لئے فال نیک ہے۔

متمدن ممالک کی صنعتی و تجارتی ترقی کے اسباب پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ صنعتی حسن کاری بھی تجارتی ترقی کا ایک بڑا سبب ہے کیونکہ مصنوعات کی تجارت خریداروں سے کرانے والا اور خریداروں کی توجہ مصنوعات کی طرف مبذول کرانے والا صنعتی حسن کار ہوتا ہے۔ حسن کاری کے اس شعبہ کی عمر بہت قلیل ہے مگر اس قلیل مدت میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس شعبہ کی ترقی کے امکانات بہت ہیں۔ اب یہ شعبہ ایک مستقل شعبہ حسن کاری قرار پایا ہے۔ مغربی ممالک کے علاوہ برطانوی ہند کے مختلف صوبوں میں صنعتی حسن کاری کی تعلیم کا مستقل انتظام موجود ہے۔ حیدرآباد میں جہاں گھریلو صنعتیں ایک عرصہ دراز سے موجود ہیں اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ مشینی صنعتیں بھی وجود میں آ رہی ہیں اگر صنعتی حسن کاری کو اس مناسبت سے ترقی نہ دی جائے تو ایک بڑی فروگزاشت ہوگی۔

حیدرآباد میں آرٹ سوسائٹی بروقت وجود میں آئی۔ اس سوسائٹی کو علیا حضرت شہزادی درشہوار کی سرپرستی حاصل ہے۔ اس کے علاوہ اس ادارہ کی سرگرمیوں سے دلچسپی لینے والوں میں نواب صدر اعظم بہادر، نواب ظہیر یار جنگ، نواب سالار جنگ بہادر اور آنریبل مسٹر غلام محمد کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جب تک ملک کا سرمایہ دار طبقہ، حسن کاری سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اور خود حسن کار اس ادارہ کا باقاعدہ ساتھ نہ دیں وہ اپنی سرگرمیوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ راجہ پرتاپ گیرجی کی کوٹھی میں جو نمائش منعقد کی گئی ہے وہ ضرور اس قابل ہے کہ ہر وہ شخص جس کو صنعت و حرفت، تجارت و حسن کاری سے دلچسپی ہے خواہ وہ صناع ہو، تاجر یا خریدار یا حسن کار اس کو دیکھے اور اپنی حد تک اس کی مدد کرے۔

سرمایہ لگانے والی پبلک کے مفاد کا تحفظ

بوجہ جنگ ضروریات زندگی کی اکثر اشیاء کی بیرونی ممالک سے درآمد رک جانے کے باعث ملک میں عام طور پر صنعتی اداروں کے قیام کا رجحان پیدا ہو گیا ہے چنانچہ اس وقت تک متعدد کارخانے قائم ہو چکے ہیں اور مستقبل قریب میں مزید کارخانوں کے قیام کا امکان ہے۔ ان کارخانوں کے قیام کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ افراط زر کی وجہ سے ملک میں کثیر سرمایہ بیکار پڑا ہے جس کو جلد از جلد نفع بخش کاموں پر لگانے کے لئے لوگ خواہش مند ہیں۔

حکومت جو نئی صنعتی تجاویز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی سرمایہ لگانے والوں کی حفاظت بھی اس کا فریضہ ہے اور اسی امر کے پیش نظر قواعد کمپنی ہائے ممالک محروسہ سرکار عالی کے تحت اجرائی سرمایہ پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور خانگی سرمایہ کی درخواستوں کی ضروری جانچ کے بعد اجازت نامہ کی اجرائی کی جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ مجوزہ کمپنی کے منتظمین اس قدر کافی تجربہ رکھتے ہیں کہ وہ کاروبار کو بخوبی چلا سکیں۔ کمپنی کا مجوزہ سرمایہ صنعتی ضروریات سے متجاوز تو نہیں ہے۔ اشیاء خام اور مشنری و پلانٹ کا حصول ممکن ہے یا نہیں۔ مجوزہ صنعت کا قیام ممالک محروسہ سرکار عالی کے لئے مفید اور نفع بخش ہوگا یا نہیں۔

ان قواعد کے تحت جن کفالت ناموں کی اجرائی کے لئے سرکار عالی کی منظوری درکار ہوتی ہے ان میں حصص سرمایہ، حصص مستمات، کفالتی تمسکات اور ایسی دستاویزات شامل ہیں جن کی رو سے کمپنی کے واصلات پر کوئی بار یا حق پیدا ہوتا ہو یا کمپنی کا ادا شدنی قرضہ یا اس سے حاصل شدہ قرضہ کو تسلیم کیا گیا ہو۔ اور جس کی ضمانت کسی شخص ثالث یا اس کی شراکت سے عمل میں آئی ہو۔ متذکرہ بالا کفالت ناموں کی اجرائی کے لئے سرکار عالی کی منظوری اس امر کا خیال کئے بغیر ہوتی ہے کہ کمپنی مذکورہ کی رجسٹری کس زمانہ میں ہوئی تھی نیز اندرون سرمایہ منظورہ جدید حصص کی اجرائی کے لئے بھی منظوری حاصل کرنا ہوتا ہے۔

کسی صنعتی ادارہ کو بلا استثناء بینک، جدید حصص کی اجرائی کی اجازت اس وقت تک نہیں دی جاتی جب تک کہ اس نے سابقہ اجرا شدہ حصص کی رقم کامل طور پر حاصل نہ کر لی ہو۔

برطانوی ہند میں چونکہ مرکزی حکومت کی منظوری کے بغیر کسی کمپنی کو عام اس سے کہ وہ برطانوی ہند میں قائم کی گئی ہو یا کسی اور مقام پر اجرائی سرمایہ کی اجازت نہیں دی جاتی ہے اس لئے اسی اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحت قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی یہ قرار دیا ہے کہ باحصول منظوری صدر اعظم بہادر باب حکومت کسی کمپنی کے کفالت ناموں کی اجرائی کے لئے چاہے وہ ممالک محروسہ میں قائم کی گئی ہو یا کسی اور مقام پر اجازت نہیں ہے۔

سرمایہ لگانے والی پبلک کی مزید حفاظت کے لئے کفالت ناموں کی بیع و شریٰ میں سہولت پیدا کرنے اور ان معاملات کو منظم کرنے اور اس پر نگرانی رکھ سکنے کی غرض سے بہ منظوری اقدس اعلیٰ سال گزشتہ بہ سلسلہ تحفظ معاملات کفالت نامجات سرکار عالی نافذ کیا گیا اور اس کے تحت بلدہ حیدرآباد کے حیدرآباد اسٹاک ایکسچینج لمیٹڈ ادارہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس ادارہ کے قواعد و ضوابط سرکار عالی کے منظورہ ہیں اور کفالت ناموں کی بیع و شریٰ کا کوئی معاملہ جو ادارہ کے اراکین کے بین یا اس کے کسی رکن کے توسط سے نہ ہوا ہو کالعدم ہوتا ہے۔ سودے کے آغاز و اختتام کا طریقہ متعین کر دیا گیا ہے۔ ادارہ کا نظم و نسق اس کی مجلس انتظامی کے سپرد کیا گیا ہے جس کو بلحاظ قواعد اراکین کے باہمی تنازعات کے تصفیہ اور خاطی رکن کو سزا دینے کا بھی اختیار حاصل ہے۔

صنعتی اغراض کے لئے اس وقت سرمایہ کا حصول مشکل ہو گیا ہے۔ اور امریکہ و انگلستان کے بشمول اختتام جنگ کے بعد اس کی سربراہی کے لئے قرائنات

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۲)

نظام ساگر کے تحت زراعتی ترقی

ضلع نظام آباد میں سنہ ۱۳۵۲ف کے کام

آبپاشی کی سہولتوں کی زبردست توسیع جس سے رعایا کی غالباً سب سے بڑی تعداد کو فائدہ پہونچا ہے اعلیٰ حضرت آصفجاہ سابع کے عہد مسعود کی وسیع ترقیوں میں سے ایک ہے۔ حیدرآباد جیسے ملک میں جہاں لوگوں کا بڑا پیشہ زراعت ہے اور جہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت اپنی معاشی زندگی سے حاصل کرتی ہے وہاں آبپاشی کے مناسب انتظامات ایک خاص اہم ضرورت بن جاتے ہیں۔ آبپاشی کی اسکیموں پر بے انداز کے ساتھ خرچ کیا گیا اور خرچ کیا جا رہا ہے۔ یہ تدابیر نہ صرف زمینوں کی پیداوار بڑھانے بلکہ بیکار پڑی ہوئی زمینوں کو پیداوار بنانے کے لئے بھی اختیار کی جا رہی ہیں۔

ممالک محروسہ سرکار عالی میں آبپاشی کا سب سے بڑا مجوزہ انتظام نظام ساگر کے تحت ہے جو ہندوستان کی انجینیئری کا دوسرا سب سے بڑا تالاب ہے یہ تالاب منجیرا ندی پر بنایا گیا ہے۔ اس کا رقبہ پچاس مربع میل ہے اور اس کی مدد سے دو لاکھ پچھتر ہزار ایکڑ رقبہ کی خشک سطح ایسی بیکار پڑی ہوئی زمینوں کو زرخیز علاقوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ نظام ساگر کی تعمیر کا کام سنہ ۱۳۳۲ف سے شروع ہو کر سنہ ۱۳۴۰ف میں ختم ہوا۔ جس پر چار کروڑ سینتالیس لاکھ روپے صرف ہوئے نہروں کے جن نظام سے اس تالاب سے پانی پہونچتا ہے ان کی مجموعی لمبائی تقریباً گیارہ سو میل ہے۔ بڑی نہر کا طول ایک سو میل ہے جس سے بحالت موجودہ ۳۰۲ گاؤں مستفید ہو رہے ہیں۔

نظام ساگر کے تحت رقبہ کی ترقی کے لئے ایک خصوصی اسکیم مرتب کی گئی ہے۔ اس کا مقصد مجوزہ رقبہ میں کاشتکاروں کو آباد کرنا ہے۔ کاشتکاروں کو اس طرف مائل کرنے کے لئے انہیں بعض خاص رعایتیں اور سہولتیں دی جا رہی ہیں۔ پست اقوام اور بہت زیادہ غریب طبقوں کو بھی اس علاقہ میں آباد کرنے کے لئے حکومت سرکار عالی نے انہیں اراضی عطا کرکے بڑی وسیع رعایتیں اور سہولتیں رکھی ہیں۔ اس علاقہ میں جنگ سے واپس ہونے والے سپاہیوں کی آبادی قائم کرنے کی اسکیم حکومت سرکار عالی نے حال میں منظور کی ہے۔ ان تمام تجویزوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک مرکزی مجلس ترقیات قائم کی گئی ہے اور نظام ساگر کے تحت کی زمینات کو ترقی دینے سے متعلق مختلف کاموں کے اخراجات کے لئے اس مجلس کو پانچ لاکھ روپے سالانہ کی متوالی رقم دی جا رہی ہے۔

دھان

نظام ساگر کے رقبہ میں سب سے زیادہ کاشت دھان کی ہے۔ سنہ ۱۳۵۲ف میں پہلی مرتبہ کاشتکاروں کو تقاوی کے طور پر ای۔ بی ۲۳ اور ایچ۔ ایس۔ ۱۲ کی قسم کے تخم دئے گئے۔ ان تخموں کی کاشت ۲۰۰۰ ایکڑ کے رقبہ پر ہوئی۔ سنہ ۱۳۵۲ف کی آبی فصل میں کاشتکاروں کو ای۔ بی ۲۳، ایچ۔ ایس۔ ۱۰، ایچ۔ ایس ۱۲، ایچ۔ ایس ۲۱، ایچ۔ ایس۔ ۲۵، ایچ۔ ایس۔ ۳۱ اور ایچ۔ ایس ۲۴ کی قسموں کے تخم چار ہزار من کی مقدار میں دئے گئے جن کی کاشت تقریباً چھ ہزار ایکڑ کے رقبہ پر ہوئی۔ ایچ۔ ایس ۲۴ قسم کا چاول پکانے پر ایک اچھی خوشبو دیتا ہے اور اس لئے بازار میں اس کی قیمت نسبتاً زیادہ ہے۔ ایچ۔ ایس۔ ۲۴ قسم کے چاول کو خود کاشتکار بڑے شوق سے استعمال کرتے ہیں۔ ان مختلف قسموں کے دانوں کے لئے الگ الگ رقبے مختص کر دئے گئے ہیں جن میں سے ہر رقبہ ڈھائی سو ایکڑ کا ہے۔ امید ہے کہ ان میں سے ہر قسم کے زیادہ بہتر تخم کاشتکاروں کو آنے والی آبی فصل میں تقسیم کرنے کے لئے مہیا ہو سکیں گے اور ہر قسم کا تخم ایک ہزار ایکڑ کے رقبے کے لئے کافی ہوگا۔

مظاہراتی قطعات

کاشتکاروں میں کاشت کے سائنٹفک طریقوں کا میلان پیدا کرنے کے لئے ضلع نظام آباد کے پانچ تعلقوں میں ۱۲۷ مظاہراتی قطعات قائم کئے گئے ہیں۔ ان میں سے اکثر قطعات تعلقات بہادری ترقی کے مرکزوں پر قائم ہیں اور ان سے تخم کو بڑھانے کے مرکزوں کا بھی کام لیا جا رہا ہے۔

کھاد کی فراہمی

کاشتکاروں کو کافی مقدار میں مقامی کھاد فراہم کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ مقامی کھاد کی بجائے مصنوعی کھاد استعمال کی جائے۔ چنانچہ سنہ ۱۳۵۲ف میں کاشتکاروں کو تقاوی کے طور پر مونگ پھلی کی کھلی کے ۱۱۳۲۷ تھیلے فراہم کئے گئے۔ اس کھاد کو دھان کی کاشت کے لئے ۲۰۰۰ ایکڑ کے رقبہ پر استعمال کیا گیا۔ حکومت سرکار عالی کو کھلی کی یہ مقدار مہیا کرنے کے لئے دو لاکھ روپے خرچ کرنا پڑے۔

گیہوں اور جوار

نظام ساگر پر گیہوں کی امید افزا فصل کے حاصل ہونے کے بعد مرکزی مجلس ترقیات نے پچھلے سال پونا نمبر ۴ اور کاسپو نمبر ۱۲ قسم کے گیہوں کی ایک ہزار ایکڑ کے رقبہ پر کاشت کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں زمین کی تیاری اور دوسرے اہم کاموں پر نگرانی متعلقہ محکمہ زراعت نے کی۔ اس کے علاوہ جوار کی بہتر قسم پی۔ بی۔ ۳۰۲ کے تخم کاشتکاروں کے لئے فراہم کئے گئے۔ عملی آبپاشی کے تحت اس تخم کی کاشت ۲۰۰۰ ایکڑ کے رقبہ پر کی گئی۔ ان میں سے تین سو ایکڑ کا رقبہ ایسے گاؤں میں ہے تاکہ محکمہ کا عملہ مناسب نگرانی اور دیکھ بھال کر سکے۔

تمباکو کا تجرباتی باغ

مجوزہ اسکیم کے تحت نظام آباد کے باغ عام میں تمباکو کی دو قسموں ہیری ین اسپیشل اور گنٹور وہائٹ ایش کے لئے تجرباتی پیمانہ پر تمباکو کی کاشت کی ایک مستقل شکل کی حیثیت سے قائم کی گئی تھی۔ یہ تجربہ کامیاب ہوا اور اب ضلع نظام آباد کے چھ مختلف گاؤں میں ہیری ین اسپیشل کی کاشت کے تحت ۳۰ ایکڑ اور گنٹور وہائٹ ایش کی کاشت کے تحت ۲۱ ایکڑ کا رقبہ ہے۔ ہیری ین اسپیشل قسم کے تمباکو کی نمائش کرنے کے مرکزوں کی تعمیر کے انتظامات بھی ہو رہے ہیں۔

باغبانی

سنہ ۱۳۵۲ف میں ضلع نظام آباد کے تین تعلقوں میں مختلف جگہ ترکاریوں اور میوہ جات کے تجرباتی باغ قائم کئے گئے۔ یہاں جو چیزیں اگائی جاتی ہیں ان میں آلو، گوبھی، مولی، بینگن اور سیم کی پھلی شامل ہے۔ حیدرآباد کے ترقی [illegible] ہونے والے آموں کی منتخب قلمیں بھی نظام آباد کے چار تعلقوں کو فراہم کی گئی ہیں۔

سرمایہ لگانے والی پبلک کے مفاد کا تحفظ

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

بیں شرط قبول کرے ہیں کہ اس کی قیمت کا تعین بوقت تیاری مزدوروں کی اجرت، اشیاء خام کی قیمت وغیرہ کے لحاظ سے [illegible] جائے گا۔ سرمایہ لگانے والی پبلک کے مفاد کا مزید تحفظ کرنے کی غرض سے حکومت نے یہ قرار دیا ہے کہ جن کمپنیوں کو ابتدائی [illegible] تا یجات کی اجازت دی گئی ہے یا آئندہ دی جائے ان پر لازم ہوگا کہ سرمایہ مجلس کے ایسے حصہ کو جو خریدی مشنری، پلانٹ اور [illegible] یا عمارات کی تعمیر کے لئے مختص ہو یا اس حصہ کو جس کی فوری ضرورت نہ ہو حکومت کے پاس بطور امانت محفوظ رکھے۔ ان امانتی رقم پر ۲ فیصد کی سالانہ کے حساب سے سود ادا کیا جائے گا اور ان کی واپسی خریدی مشنری وغیرہ کے لئے ایک ہفتہ قبل [illegible] اطلاع دئے جانے پر اور اراضی کی خریدی کے لئے [illegible] وغیرہ کے لئے ایک ماہ قبل اطلاع دینے پر ہو سکے گی۔ اس طرح سے ادارہ جات مذکورہ صرف منظور شدہ [illegible] پر صنعتی کاروبار کے آغاز کے لئے بر وقت حاصل کر سکیں گے بلکہ رقم بیکار ڈال رکھنے کے بجائے اس پر سود بھی حاصل کر سکیں گے۔ اگر کوئی شخص ان رقوم کو طلب کئے جانے پر حکومت کے پاس امانت رکھوا لے [illegible] تحت [illegible] تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی و سرمایہ [illegible] ہو سکے گا۔ (پریس نوٹ)

مسٹر راجگوپال اچاری اور مسٹر جناح کی مراسلت

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

ہیں، ایک طرف شمال مغربی اور شمال مشرقی ہندوستان کے ایسے اضلاع کو جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے تمام باشندوں کے استصواب عامہ کی بنا پر ہندوستان سے علیحدہ ہونے کا اختیار دیا گیا ہے، اور دوسری طرف علیحدگی کی صورت میں دفاع، تجارت اور مواصلات سے متعلق باہمی سمجھوتہ کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ راجہ جی نے احتیاط سے یہ تجاویز کانگریس کے فیصلوں کے مطابق مرتب کیں اور اس سے گاندھی جی کی تائید حاصل کرنا دشوار نہ تھا۔ مگر گاندھی جی کی تائید سے مسٹر جناح اور مسلم لیگ کو سمجھوتہ کے لئے قدم اٹھانے کا ایک سنہری موقع حاصل ہوتا ہے لیکن اپنی غیر معقولیت اور انتہا پسندی کی وجہ سے مسٹر جناح نے ان تجاویز کو مسترد کر دیا۔ شروع سے آخر تک انھوں نے ایک غیر مفید روش اختیار کی۔ یہ چیز قابل افسوس ہے کیونکہ خود مسٹر جناح کے خیال کے مطابق یہ تجاویز ایسی ہیں جن کو وہ منظور نہیں کر سکتے تھے۔ بہرحال وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر کے اپنی غلطی کی تلافی کر سکتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر [illegible] اور خود لیگ سے [illegible] ان تجاویز کی تائید کر لیں گے۔ گاندھی جی اور راجہ جی نے جو موقع فراہم کیا ہے اگر اس سے مسلم لیگ فائدہ اٹھائے تو وہ مسلمانوں کی بڑی بھاری خدمت کرے گی۔

روزنامہ "ہندوستان" لکھتا ہے کہ مسٹر راجگوپال اچاری نے گاندھی جی کی تائید سے کانگریس اور لیگ کے باہمی سمجھوتہ کے لئے جو مسودہ تیار کیا تھا وہ شائع ہو چکا ہے۔ مسٹر جناح نے لیگ کی جانب سے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مگر اس بات کا امکان ہے کہ وہ ان تجاویز کو لیگ کی مجلس [illegible] کے سامنے پیش کریں گے [illegible] مسلم لیگ [illegible] عام [illegible] اور مسلمانوں کی سیاسی [illegible] کو اپنی [illegible] سے ظاہر کرنے کا موقع [illegible] اگرچہ مسٹر راجگوپال اچاری کی ان تجاویز کو موجودہ سیاسی تعطل [illegible] مسٹر جناح [illegible] عمل حاصل نہ ہونے سے بڑی مایوسی ہوئی ہو گی تاہم یہ بات نامناسب نہیں کہ جو تجاویز زیر بحث تھیں اور جو حل پیش کیا گیا تھا اس پر پبلک میں بحث کی جائے۔ ان تجاویز کی جانچ پڑتال سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند [illegible] جو اصول خود اختیاری کے لئے لازمی ہیں۔ اسکیم ان حصوں پر منطبق کی جا رہی ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ [illegible] کے اختتام پر شمال مغربی اور شمال مشرقی ہندوستان میں ملے ہوئے اضلاع کی جہاں مسلمانوں کی مطلق اکثریت ہے سرحدوں کا تعین کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔ ان علاقوں کی اس طرح حد بندی کی جائے کہ ان میں ہر قابل عمل [illegible] کی رائے یا رائے دہندگی کے کسی دوسرے قابل عمل ذریعہ پر تمام باشندوں کے عام ووٹ سے ان علاقوں کی ہندوستان سے علیحدگی کا فیصلہ کیا جائے۔ اگر اکثریت ہندوستان سے علیحدہ خود مختار مملکتیں قائم کرنے کا فیصلہ کرے تو اس فیصلہ پر اس طرح عمل کیا جائے کہ سرحد کے اضلاع کا یہ حق متاثر نہ ہونے پائے کہ وہ دونوں میں سے جس مملکت میں چاہیں شریک ہو جائیں۔ جن علیحدگی کو دو شرائط کے تابع رکھا گیا ہے پہلی شرط یہ ہے کہ ہندوستان پر حکمرانی کا پورا اختیار اور ذمہ داری برطانیہ سے ہندوستان کو منتقل ہو جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ علیحدگی کی صورت میں دفاع، تجارت، مواصلات اور دیگر ضروری اغراض کے لئے باہمی سمجھوتہ کیا جائے اور یہ دونوں مملکتیں بعض مشترکہ مفادات کی حد تک [illegible] عمل کریں گی۔ اس تجویز کے دوسرے [illegible] اگرچہ غیر اہم نہیں ہیں۔ تمام پارٹیوں کو حق ہو گا کہ استصواب عامہ کے وقت پروپیگنڈے کے ذریعہ اپنا اثر ڈالیں۔ اقلیتوں یا آبادی کا جبری تبادلہ نہ ہو گا۔ دوسرے الفاظ میں آزادی اور اتحاد کے وہ کانگریسی اصولوں میں اور مسلمانوں [illegible] حکومت خود اختیاری میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مسٹر جناح نے [illegible] زیادہ [illegible] بیان کیا ہے کہ ہندوستان کی آزادی [illegible] ہے وہ مسلمانوں [illegible] تسلیم کرنے [illegible] ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر جناح کی موجودہ روش ان کے دعوے سے [illegible] مختلف ہے۔

پنجاب میں مسلمان عورتوں کی تنظیم

ایک مہینہ ہوا پنجاب کی صوبائی مسلم لیگ کونسل نے فیصلہ کیا تھا کہ لیگ کی عوامی بنیاد مضبوط کی جائے اور تنظیم [illegible] مضبوط کی جائے [illegible] ورکر [illegible] سے جوڑا جائے [illegible] اس سلسلے میں لیگی خواتین نے عورتوں کی تنظیم میں کافی کام کیا ہے۔ لیگی خواتین کی کمیٹی نے ایک [illegible] میں ایک ہزار عورتوں کو لیگ کا ممبر بنایا ہے جن میں ہر طبقے کی عورتیں ہیں۔ کافی تعداد ایسی عورتوں کی ہے جنھوں نے اب تک سیاست میں حصہ نہیں لیا تھا۔

پردہ باغ اور برکت علی ہال میں عورتوں کے جو جلسے ہوئے ان میں ہزاروں عورتیں [illegible] تھیں۔ لیگی خواتین نے عورتوں کا ایک میلا بھی کیا تھا۔ اس میں چار پانچ ہزار عورتیں شریک ہوئیں۔

صنعتی اور تعلیمی مرکز

لیگ کی [illegible] خواتین عورتوں کی [illegible] ضرورتوں کی طرف توجہ کر رہی ہیں، اور اس کی بنیاد ڈال دی [illegible] پر تنظیم ہو رہی ہے۔ غریب عورتوں اور خصوصیت کے ساتھ بیواؤں کے لئے ایک صنعتی مرکز کھولا گیا ہے جہاں [illegible] سینا پرونا [illegible] کاڑھنا سکھایا جاتا ہے جس سے وہ اپنی روزی کما سکتی ہیں۔ بیگم تصدق حسین اور بیگم [illegible] اس کام کی نگرانی کر رہی ہیں۔ دو تعلیمی مرکز بھی کھولے ہیں جہاں [illegible] سے زیادہ بچوں کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

بنگال کی امداد کے لئے لیگی خواتین کی کمیٹی برابر کوشش کر رہی ہے۔ گذشتہ دسمبر میں انھوں نے [illegible] ایک پروگرام پیش کیا تھا جس سے [illegible] ہزار روپیہ جمع ہوا [illegible] جون کو اسلامیہ کالج [illegible] نے بنگال کی طبی امداد کے لئے [illegible] میلا کیا۔

کمیٹی راشننگ کے سلسلے میں بھی [illegible] کر رہی ہے وہ ان علاقوں میں [illegible] دکانوں کی دکانیں کھلوانے کی کوشش کر رہی ہے [illegible] جب راشننگ شروع ہو جائے تو راشن کی دکانوں پر خریداری کرنے والی عورتوں کی امداد کے لئے والنٹیر مقرر کئے جائیں گے۔

متحدہ کوششیں

بنگال کی طبی امداد [illegible] کے بچوں کے لئے سستے دودھ کی دکانیں کھولنے کے لئے اور جون کو تہذیبی پروگرام پیش کیا گیا۔ اس کا انتظام ایک مشترکہ کمیٹی نے کیا جس میں لیگ [illegible] عورتوں کی خود حفاظتی کمیٹی [illegible] اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی لڑکیاں شریک تھیں۔

لیگی خواتین کی کمیٹی کی صدر بیگم بشیر [illegible] نے صدارت کی اور سب سے پہلے [illegible] روپیہ [illegible] اس پروگرام میں دو ڈرامے اور کچھ اردو اور پنجابی [illegible] گیت [illegible] جس سے بنگال کی حالت بیان کی گئی اور اتحاد [illegible] اس طرح لیگی خواتین نے دوسری جماعتوں کی عورتوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی ابتدا کی۔ بچوں کے واسطے سستا دودھ مہیا کرنے کے لئے دودھ کی دکان کھول لی جائے گی جس میں تمام جماعتوں کی عورتیں مشترکہ طور سے کام کریں گی۔

مسلم [illegible] کی [illegible] عورتوں اور حفاظتی کمیٹی کی چند ممبروں [illegible] ہوا جس کی بدولت دونوں جماعتیں ایک دوسرے سے زیادہ قریب آگئی ہیں [illegible] بہت کم ہو گئے ہیں۔ لیکن [illegible] نے [illegible] کہ وہ [illegible] عورتوں [illegible] کے مطالبۂ پاکستان کے [illegible] پہلو سمجھا دیں گی۔

لاہور کی تازہ خبر ہے کہ عورتوں میں [illegible] کام کرنے کے لئے ایک مشترکہ کمیٹی بنی ہے۔ اس میں آل انڈیا ویمنس کانفرنس، مسلم لیگ، عیسائی عورتوں کی [illegible] عورتوں کی خود حفاظتی کمیٹی، اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور [illegible] اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی لڑکیاں [illegible] کو [illegible] حاصل ہے [illegible] راشننگ [illegible]

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

"نواب سر مہدی یار جنگ بہادر نے کُل ہند قانون کانفرنس کی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا "ہماری مملکت میں قانون کی پابندی اور انصاف رسانی کا بہترین نظم ہے۔ وہ قدیم طریقہ عمل نہیں رہا کہ ہر ایک تحصیلدار تعلقدار اور صوبہ دار اپنی من مانی کرتا تھا۔ عہد عثمانی کے روشن دور میں اس قدیم طریقہ کے بجائے قانون سازی اور عدالتوں کے ذریعہ قانون کو نفاذ بہترین طریقہ پر عمل میں آرہا ہے۔"

مسٹر راجگوپال چاری کے پیش کش کو پڑھنے کے بعد ہمارے ایک پاکستانی دوست کہنے لگے ہے

دیکھئے تنگ مرجائے نہ یہ بلبل قفس میں
شاید کو اسیروں کو گوارا ہو اسیری

مسٹر فضل ابراہیم رحمت اللہ اپنے ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ:-

"مسٹر راجگوپال چاری کی روش عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے۔ ایک طرف تو وہ حکومت سے استدعا کرتے ہیں کہ گاندھی جی کو مجلس عاملہ کانگریس سے ملنے کی اجازت دی جائے اور دوسری طرف وہ نہیں چاہتے کہ مسٹر جناح مسلم لیگ کی مجلس عاملہ سے مشورہ کریں۔ اگر وہ تقسیم کے اصول کو تسلیم کرنے تیار ہیں تو مسٹر جناح کی اس خواہش کو کیوں مسترد کر رہے ہیں؟"

اس بیان کو پڑھنے کے بعد ہمیں "سیاست" پر علامہ اقبال مرحوم کے یہ شعر یاد آگئے ہے

اس کھیل میں تعیین مراتب ہے ضروری
شاطر کی عنایت سے تو فرزیں میں پیادہ
بیچارہ پیادہ تو ہے اک مہرۂ ناچیز
فرزیں سے بھی پوشیدہ ہے شاطر کا ارادہ

ایسوسی ایٹیڈ پریس کی اطلاع ہے کہ:-

"آندھرا کانفرنس کی شہری کمیٹی نے ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ سستا اور خالص دودھ فراہم کرے"

اس مطالبہ کی شاید وجہ یہ ہے کہ ہمارے بیشتر ادارے ابھی حالت شیرخوارگی میں ہیں۔

ریاست رامپور کی رقاصائیں انکم ٹیکس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ہڑتال کر رہی ہیں۔ (ایک خبر)

اگر یہ رقاصائیں حیدرآباد آجائیں تو ان کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا اور وہ انکم ٹیکس سے بھی محفوظ رہیں گی۔

آنریبل سر عبدالقادر نے دارالمطالعہ و کتب خانہ نامپلی کا اچانک معائنہ فرمایا۔ (ایک خبر)

اچانک کے معنے یہ ہیں کہ صاحب موصوف نے معائنہ کے پہلے کوئی استدعا نہیں کی گئی تھی۔ خوشی کی بات ہے کہ حیدرآباد کا کم از کم ایک ادارہ کل ہند شہرت کا مالک ہے۔

حیدرآباد کی سڑکوں سے متعلق معاصر "رعیت" اس طرح شکوہ سنج ہے۔

"یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حیدرآباد کی کئی سڑکیں ایک عرصہ دراز سے مرمت اور درستی کی محتاج ہیں۔ بعض سڑکوں کی حالت اسقدر خراب ہے کہ از سر نو تعمیر کے بغیر ناقابل استعمال حد تک پُرخطر ہیں۔ اس کی تصدیق ان سڑکوں سے ہو سکتی ہے جن پر بالعموم اعلیٰ عہدہ داروں کے موٹروں کی گذر نہیں ہوتی"

اعلیٰ عہدہ داروں کے موٹروں کی گذر محض اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ پٹرول کی قلت ہے۔ ضرورت ہے کہ سڑکوں کی حالت پر مضامین لکھنے کے بجائے ان سڑکوں کی تصویریں شائع کی جائیں۔

ہمارے ملک کے اردو جرائد تو تمیع کاروباری اصولوں کے مطابق چلائے جاتے ہیں اور عوام کے لئے دلچسپ بنائے جاتے ہیں کہ پڑھنے والوں کو ایک طرف بالقصد کر سکیں۔ اس صورت حال کا بڑا سبب ایک تو یہ ہے کہ اردو جرائد بہت قلیل اور معمولی سرمایہ سے جاری کئے جاتے ہیں۔ دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ جو لوگ تجارتی یا سیاسی اغراض کے تحت ان جرائد کو جاری کرتے ہیں وہ فن صحافت کی الف ب سے بھی واقف نہیں ہوتے بلکہ ان کی اپنی تعلیم بھی محض برائے نام ہوتی ہے۔ (پیام)

وقت کا تقاضا ہرگز نہیں کہ ایسے زمانہ میں جبکہ دیواروں پر "مردہ باد" لکھا جاتا ہو، جنازے نکالے جاتے ہوں اور کسی کو گالی دینا ہو تو قوم پرست کہہ دیا جاتا ہو ایسے مقالے لکھے جائیں۔

ہندوستان کے عوام سیاسی تغیر چاہتے ہیں کیونکہ انہیں یہ توقع ہے کہ قومی آزادی کے نتیجے کے طور پر دولت کی از سر نو تقسیم ہوگی اور انہیں خوشحال زندگی بسر کرنے کا موقع ملے گا۔ ہندوستان کے سرمایہ دار اور کارخانہ دار بھی قومی آزادی چاہتے ہیں انہیں امید ہے کہ قومی حکومت کے قیام سے زیادہ دولت کمانے کا موقع ملے گا۔ حالات جنگ اور قومی تحریک سے کچھ پوش سرمایہ داروں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ (اورینٹ ویکلی)

ایسوسی ایٹیڈ پریس کی ایک تازہ اطلاع ہے کہ:-

"ہندوستان کے ممتاز اور سربرآوردہ ماہران صنعت و حرفت نے وائسرائے کی خدمت میں ایک مشترکہ محضر پیش کیا ہے جس میں استدعا کی گئی ہے کہ گاندھی جی کے حالیہ بیانات کی روشنی میں وہ اپنی حکمت عملی پر فوری نظر ثانی کریں۔"

بہت ممکن ہے کہ وائسرائے بہادر اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کریں مگر یہ سرمایہ دار اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کرنے تیار نہیں۔ اور وہ حکمت عملی یہ ہے کہ دوران جنگ میں سامانی جنگ کے نام سے کرمنافع کمائیں اور جنگ کے بعد قومی حکومت کے نام سے کر۔

اپنی تقریر میں ڈاکٹر واگھرے نے بتایا کہ مردم شماری کے مطابق مملکت آصفیہ میں تیرہ ہزار اشخاص اندھے ہیں۔ (ایک خبر)

مگر اندھوں کے مدرسے میں صرف تین اشخاص شریک ہیں۔

حیدرآباد میں عدلیہ عاملہ سے علحدہ ہے

کل ہند قانون کانفرنس میں نواب صدر اعظم بہادر کی افتتاحی تقریر

سب سے پہلے میں اعلیٰحضرت بندگان عالی کا وہ پیغام سنانے کی عزت حاصل کرتا ہوں جو شاہ ذیجاہ نے بہ مراحم خسروانہ اس موقع کے لئے مرحمت فرمایا ہے۔ آئیے ہم سب کھڑے ہو کر پیام ہمایونی کو سننے کی سعادت حاصل کریں۔

"میں کل ہند قانونی کانفرنس کے پہلے جلسہ کو پیغام تہنیت بھیجتا ہوں۔ میری مملکت میں عاملہ عدلیہ سے بالکل علحدہ ہے اور یہ میری حکومت کے نظم و نسق کی ایک بنیادی خصوصیت ہے۔ عدالت العالیہ کو میرے ایک منشور کے تحت جو وسعت اور خود مختاری عطا ہوئی ہے اس کی بناء پر اس نے ملک محروسہ کی اعلیٰ ترین عدالت کی حیثیت حاصل کر لی ہے جامعہ عثمانیہ میں قانون کے درس و تدریس کے لئے ایک خاص شعبہ قائم کر دیا گیا ہے جو نہ صرف محکمہ عدالت بلکہ طبقہ وکلاء کے لئے بھی موزوں افراد فراہم کر رہا ہے اور عدالتی عہدہ داروں و وکلاء کے درمیان خوشگوار تعلقات ہمیشہ قائم رہے ہیں۔

عدالتی نظم و نسق اور مطالعہ قانون کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قانون کا راج قائم کیا جائے جو کہ لازمی طور پر ہر ایک نظم و نسق کی اساس ہوا کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ قانون اور اس کے مختلف پہلوؤں کے مطالعہ کو فروغ دینے اور تبادلہ خیالات کا ذریعہ بننے کے اعتبار سے یہ کانفرنس نہ صرف قانونی تعلیم کو مقبول بنانے بلکہ کسی قوم کی زندگی میں اس کی اہمیت کا پورا احساس پیدا کرنے میں بھی کامیاب ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ پیغام نہایت فیض اثر ہے اور ہمیں چاہئے کہ ہم اس کانفرنس کی جانب سے اس رہنمائی اور حوصلہ افزائی کا صدق دل سے اعتراف کریں جو ہمیں مرحمت ہوئی ہے۔ اس پیغام کے ذریعہ فرمائی گئی ہے۔ ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم بارگاہ رب العزت میں شاہ ذیجاہ کی عمر و اقبال میں ترقی کے لئے دست بہ دعا رہیں۔

صدر صاحب مجلس استقبالیہ نے میرا از حد جو خیر مقدم فرمایا ہے اس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ مجھے اس بات سے بھی مسرت ہوئی ہے کہ حیدرآباد میں کل ہند پیمانے پر قانونی کانفرنس کے انعقاد کا تصور نہایت قابل قدر ہے اس کانفرنس کے لئے اس مقام کا انتخاب بھی نہایت موزوں ہے کیونکہ یہاں عاملہ و عدلیہ کی کامل علحدگی کی وجہ سے عدالت کو ایک حقیقی آزادی حاصل ہو گئی ہے۔

آپ حضرات قانونی پیشہ سے متعلق ہیں اور خواہ آپ کا تعلق عدالت سے ہو یا طبقہ وکلاء سے یا آپ کسی درسگاہ میں قانون کی تدریس یا مطالعہ میں مصروف ہوں آپ اس عنوان کی اہمیت یا ایک ایسے پیشہ کی ناگزیر نوعیت کی صراحت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہر ایک منظم معاشرے میں افراد یا جماعتوں کے طرز عمل کو متعین کرنے والے انفرادی حقوق و فرائض کے کسی تحریری ضابطہ کا نفاذ یا ادراک کیا جاتا ہو۔ تاہم ایک عامی یا شہری یا نظم و نسق کا جو تجربہ رکھنے والے کی حیثیت سے میرا خیال ہے کہ قانون کا اہم ترین فرض یہ ہے کہ وہ افراد اور معاشرے کو مربوط کرے ان کے باہمی تعلقات کی صراحت و تعیین کرے اور سب برقرار رکھے اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ مختلف زمانوں کی مختلف ضروریات کا نمونہ ہے اور ان میں جو تبدیلیاں واقع ہوں انہیں منعکس کرتا رہے۔ یعنی قانون ساکن نہیں ہوتا اور اگر اسے کسی معاشرے کی تنظیم کا موثر ذریعہ بنانا مقصود ہو تو اس کا ایک متحرک تصور ہونا ضروری ہے اگر قانون کے نفاذ و تاویل میں اس تصور کو ملحوظ رکھا جائے اور اسی خیال کے مطابق قانون بنایا جائے تو وہ معاشری ترقی کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ قانون بھی ایک قسم کی عبارت پرستی ہے جو الفاظ کے الٹ پھیر پر منحصر ہے۔ یا ایک ایسا راز ہے جسے صرف وہی طبقہ سمجھ سکتا ہے جو اس خاص مقصد کے لئے وجود میں آیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر خود قانون ساز ہی غلطی پر نہ ہوں تو قانون بھی عام شعور پر اتنا ہی مبنی ہوتا ہے جتنا کہ کوئی اور موضوع بشرطیکہ ان اصول سے ضروری واقفیت ہو جو کہ دوسرے تمام پیشوں کے لئے بھی ضروری ہے چونکہ میرا یہ خیال ہے کہ قانونی تربیت عام شعور کو زیادہ بیدار کر دیتی ہے اور انسانوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے بیش بہا سبق دیتی ہے کہ کسی مسئلے کے کتنے زیادہ پہلو ہو سکتے ہیں اور ہر پہلو میں بعض مباحث کتنا سے زیادہ اہم چیزیں مضمر ہوتی ہیں۔ میں اس ذہنی تربیت کو قانونی پیشہ سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی سرگرمیوں کا ضمیری جزو سمجھتا ہوں جو صرف اسی پیشہ تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان کا دائرہ عمل وسیع تر ہوتا ہے اور ان میں سیاسی یا معاشرتی یا قومی زندگی کی تشکیل کرنے والی دوسری سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے ہندوستان خاص طور پر اپنی ترقیات کے لئے وکلاء کی جو جماعت کا مرہون منت ہے۔ خود ہماری مملکت میں بھی وکلاء ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کا ایسا حصہ ہیں جن پر یہاں کی قومی زندگی مفاد عامہ کی خدمت کے لئے روز افزوں اعتماد کر سکتی ہے۔

حضرت بندگان اقدس نے قانون کے اقتدار کے تصور پر بجا طور سے زور دیا ہے جو حکومت اور مملکت قانون دونوں کی اساس ہے اور لازمی طور پر ہر ایک نظم و نسق کی بنیاد ہوا کرتا ہے۔ ایک ایسا تصور جو ہر ایک فرد اور جماعت کے حقوق و فرائض کا اس طرح تعین کرتا ہے گویا وہ ایک آزاد اور غیر جانب دار ادارہ ہے جو کسی شخص کو اپنے اقتدار اور دائرہ عمل سے تجاوز نہیں کرنے دیتا خواہ اس کا تعلق کسی طبقہ یا فرقے سے کیوں نہ ہو یقیناً ایک ایسا شاندار تصور ہے جسے حاکم اور محکوم ہر دو کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ حکام سلطنت اور وکلاء دونوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس تصور کو قائم رکھنے میں اشتراک عمل کریں اور ملک کے مختلف جامعات و کلیات میں جو لوگ قانون کی تعلیم دیتے ہیں ان پر بھی یہ واجب ہے کہ وہ اس تصور کی اہمیت کو زیادہ سے زیادہ محسوس کریں جامعہ عثمانیہ کے قانونی مطالعہ کے شعبہ نے بہت کچھ کام انجام دیا ہے لیکن ابھی اس سے بھی زیادہ کام کرنا باقی ہے اور مجھے یقین ہے کہ جامعہ کے ارباب اقتدار ایک ایسے شعبہ پر زیادہ سے زیادہ توجہ کریں گے جس کا عوام کی فلاح و بہبود سے قریبی تعلق ہے۔

میں نہایت مسرت کے ساتھ اس کانفرنس کا افتتاح کرتا ہوں اور اس کے مباحث کی کامیابی کا متمنی ہوں۔

نوٹس

از نگراں اول تعلقہ ارمور ضلع عثمان آباد بہ شہرت موضع ساونی تعلقہ بھالکی ... اضلاع ...

کیشن راؤ ولد اننت راؤ قوم مرہٹہ عمر ۳ سالہ پیشہ دیگر کار ساونی تعلقہ بھالکی پوسٹ مرہٹہ راؤ ولد اننت راؤ قوم مرہٹہ عمر ۳۵ سالہ پیشہ معاش دار ساکن موضع۔

ہرگاہ تمہارے نام سمن اجرا ہے۔ لیکن تم تعمیل سے گریز کر رہے ہو۔ ذریعہ اشتہار تمہیں تاکید کیا جاتا ہے کہ مقدمہ مذکورہ کا تاریخ پیشی مقرر ہوتی ہے تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنا ثبوت پیش کرو یا کارندہ کو پیروی کی وجہ اور جواب دعویٰ پیش کرو ورنہ تمہارے مقدمہ کی یکطرفہ کی جائے گی اور اس کے بعد کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

آج بتاریخ ... ماہ ... میری دستخط و مہر سے جاری ہوا۔

[illegible]

مددگار ...

غالب جدید شعرا کی ایک مجلس میں

از

کنہیا لال کپور

دورِ جدید کے شعرا کی ایک مجلس میں مرزا غالب کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ اس مجلس میں تقریباً تمام جلیل القدر شعرا تشریف فرما ہیں۔ مثلاً م۔ ن۔ ارشد، میرا جی، ڈاکٹر قربان حسین خالص، میاں رفیق احمد خوگر، راجہ مہدی علی خاں، پروفیسر غیظ احمد غیظ، بکرماجیت ورما، عبدالحی نگاہ وغیرہ وغیرہ۔ یکایک مرزا غالب داخل ہوتے ہیں۔ ان کی شکل و صورت بعینہ وہی ہے جو مولانا حالی نے "یادگارِ غالب" میں بیان کی ہے۔ ان کے ہاتھ میں دیوانِ غالب کا ایک نسخہ ہے۔ تمام شعرا کھڑے ہو کر آداب بجا لاتے ہیں۔

غالب

حضرات میں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے جنت میں دعوت نامہ بھیجا، اور اس مجلس میں بلایا۔ مدت سے آرزو تھی کہ دورِ جدید کے شعرا سے شرفِ نیاز حاصل کروں۔

ایک شاعر

یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے ورنہ سے

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

غالب۔

بیٹھے بھی دیجیے اس بے جا تعریف کو۔ من آنم کہ من دانم۔

دوسرا شاعر

تشریف رکھیے۔ کہیے جنت میں خوب گزرتی ہے۔ آپ تو فرمایا کرتے تھے ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن۔

غالب

(مسکرا کر) اجی جنت بھی خوب جگہ ہے۔ جب سے وہاں گیا ہوں۔ ایک شعر بھی موزوں نہیں کر سکا۔

دوسرا شاعر

تعجب! جنت میں تو آپ کو کافی فراغت ہے۔ اور پھر ہر ایک چیز میسر ہے۔ پینے کو شراب طہور کھانے کو پری زاد ― اور اس پر یہ فکر کوسوں دور کہ

آپ کا بندہ اور پھروں ننگا
آپ کا نوکر اور کھاؤں ادھار

باوجود اس کے آپ کچھ کہہ......

تیسرا شاعر

(بات کاٹ کر) سنائیے اقبال کا کیا حال ہے۔

غالب

وہی جو اس دنیا میں تھا۔ دن رات خدا سے لڑنا جھگڑنا وہی پرانی بحث

سے مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا

پہلا شاعر۔

میرے خیال میں وقت کافی ہو گیا ہے۔ اب مجلس کی کارروائی شروع کرنی چاہیے۔

دوسرا شاعر

میں کرسیِ صدارت کے لیے جناب م۔ ن۔ ارشد کا نام تجویز کرتا ہوں۔ (ارشد صاحب کرسیِ صدارت پر بیٹھنے سے پہلے حاضرینِ مجلس کا شکریہ ادا کرتے ہیں)

م۔ ن۔ ارشد۔

میرے خیال میں ابتدا مرزا غالب کے کلام سے ہونی چاہیے ...... میں نہایت ادب سے مرزا موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنا کلام پڑھیں۔

غالب۔

بھئی جب ہمارے سامنے شمع لائی جائے گی تو ہم بھی کچھ پڑھ کر سنا دیں گے۔

م۔ ن۔ ارشد۔

معاف کیجیے گا مرزا۔ اس مجلس میں شمع وغیرہ کسی کے سامنے نہیں جائے گی۔ شمع کی بجائے یہاں پچاس کینڈل پاور کا لیمپ ہے۔ اس کی روشنی میں ہر ایک شاعر اپنا کلام پڑھے گا۔

غالب۔ بہت اچھا صاحب تو غزل سنیے گا۔

باقی شعرا۔

ارشاد

غالب

عرض کیا ہے سے

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

(باقی شعرا ہنستے ہیں۔ مرزا حیران ہو کر ان کی جانب دیکھتے ہیں)

غالب۔

یہی صاحب یہ کیا حرکت ہے۔ نہ داد نہ تحسین۔ اس بے موقع خندہ زنی کا مطلب؟

ایک شاعر

معاف کیجیے مرزا۔ یہ شعر کچھ بے معنی سا معلوم ہوتا ہے۔

غالب۔ بے معنی!

میرا جی۔ دیکھئے نا مرزا آپ فرماتے ہیں سے خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو۔ اگر مطلب کچھ نہیں تو خط لکھنے سے فائدہ ہی کیا۔ اور اگر آپ صرف معشوق کے نام کے ہی عاشق ہیں تو ٹکٹ پیسے کا خط برباد کرنا ہی کیا ضرور۔ سادہ کاغذ پر اس کا نام لکھ لیجیے۔

ڈاکٹر قربان حسین خالص۔ میرے خیال میں اگر یہ شعر اس طرح لکھا جائے تو زیادہ موزوں ہے

خط لکھیں گے کیونکہ چھٹی ہے ہمیں دفتر سے آج
اور چاہے بھیجنا ہم کو پڑے بیرنگ ہی
پھر بھی تم کو خط لکھیں گے ہم ضرور
چاہیے مطلب کچھ نہ ہو۔
جس طرح سے میری اک اک نظم کا
کچھ بھی تو مطلب نہیں۔
خط لکھیں گے کیونکہ الفت ہے ہمیں
میرا مطلب ہے محبت ہے ہمیں
یعنی عاشق ہیں تمہارے نام کے

غالب۔ یہ تو اس قدر معلوم ہوتا ہے جیسے آپ میرے اس شعر کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

میرا جی۔ جنوں! جنوں کے متعلق مرزا میں نے کچھ عرض کیا ہے اگر اجازت ہو تو کہوں۔

غالب۔ ہاں ہاں بڑے شوق سے

میرا جی۔

جنوں ہوا، جنوں ہوا
مگر کہاں جنوں ہوا
کہاں ہوا، وہ کب ہوا
ابھی ہوا یا اب ہوا
نہیں ہوں میں یہ جانتا
مگر جدید شاعری
میں کہنے کا جو شوق ہے
تو بس یہی ہے وجہ کہ
دماغ میرا چل گیا۔
یہی سبب ہو جیسے
جنوں ہوا۔ جنوں ہوا

غالب۔ (ہنسی کو روکتے ہوئے) سبحان اللہ کیا خوب اشعار ہیں۔

م۔ ن۔ ارشد۔ اب مرزا غزل کا دوسرا شعر فرمایئے

غالب۔ میں اب مقطع ہی عرض کروں گا۔ کہا ہے سے

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

عبدالحی نگاہ۔ گستاخی معاف مرزا۔ اگر اس شعر کا پہلا مصرع اس طرح لکھا جاتا تو ایک بات پیدا ہو جاتی ہے۔

غالب۔ کس طرح؟

عبدالحی نگاہ۔ عشق نے ہاں ہاں تمہارے عشق نے
عشق نے مجھے اجی تمہارے عشق نے

مجھ کو نکما کر دیا
اب نہ اٹھ سکتا ہوں میں
اور چل تو سکتا ہی نہیں
جانے کیا بکتا ہوں میں
یعنی نکما کر دیا
اتنا تمہارے عشق نے
گرتا ہوں اور اٹھتا ہوں میں
اٹھتا ہوں اور گرتا ہوں میں
یعنی تمہارے عشق نے
اتنا نکما کر دیا

غالب۔ (طنزاً) بہت خوب۔ یعنی غضب کر دیا۔

عزیز احمد عزیز۔ اور دوسرا مصرع اس طرح لکھا جا سکتا ہے

تب تلک مجھ کو عشق تھا
تب تلک مجھے کچھ ہوش تھا
سب کام کر سکتا تھا میں
اور دل میں میرے جوش تھا
اس وقت تھا میں آدمی
اور آدمی تھا کام کا
لیکن تمہارے عشق نے
مجھ کو نکما کر دیا۔

غالب۔ واللہ۔ کمال ہی تو کر دیا جی۔ اب آپ لوگ اپنا اپنا کلام سنائیں۔

م۔ ن۔ ارشد۔ اب ڈاکٹر قربان حسین خالص جو جدید شاعری کے امام ہیں اپنا کلام سنائیں گے۔

ڈاکٹر خالص۔ جی ارشد صاحب میں کیا کہوں۔ اگر میں امام ہوں تو آپ مجتہد ہیں۔ آپ جدید شاعری کی منزل ہیں۔ اور میں سنگ میل۔ اس لئے آپ اپنا کلام پہلے پڑھئے۔

م۔ ن۔ ارشد۔ تو یہ تو بڑا انکسار نفسی۔ اچھا اگر آپ مصر ہیں تو میں ہی اپنی نظم پہلے پڑھتا ہوں۔ نظم کا عنوان ہے۔ "بدلہ" عرض کیا ہے

آ مری جان مرے پاس انگیٹھی کے قریب
جن کے آغوش میں یوں ناچتے ہیں شعلے
جس طرح دور کسی دشت کی پہنائی میں
رقص کرتا ہو کوئی عورت کہ جس کی آنکھیں
کرم شب تاب کی مانند چمک اٹھتی ہیں
ایسی تشبیہ کی لذت سے محروم ہے تو
کہ ایک اجنبی انجان کی خاطر جسے
رقص کرنے کے سوا اور نہیں کچھ آتا
اپنے بے کار خدا کے مانند
دوپہر کو جو کبھی بیٹھے ہوئے دفتر میں
خود کشی کا مجھے یکلخت خیال آتا ہے
میں اک بار اٹھتا ہوں یہ جینا بھی ہے کیا جینا
اور چپ چاپ دبے پاؤں پھر جاتا ہوں
آ مری جان مرے پاس انگیٹھی کے قریب
تاکہ میں چوم ہی لوں عارض گلفام ترا
اور ارباب وطن کو یہ اشارہ کر دوں
اس طرح لیتا ہے اغیار سے بدلہ شاعر
اور شب عیش گزر جانے پر
پھر سے جو دم دوام نکل جاتا ہے
ایک بوڑھے سے تھکے ماندے سے رہوار کے پاس
چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے تحریر

(نظم سن کر سامعین پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ بہر طرف سے ہیک کتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ یہ نظم اس صدی کی بہترین نظم ہے بلکہ یوں کہو کہ اگر ایک طرف سے دیکھا جائے تو کہ اس میں انگیٹھی، عورت اور ذہنی تہذیب تمدن کی خصوصیات دونوں کے حامل ہیں)

(حاضرین ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے زیر لب مسکراتے ہیں)

غالب۔ ارشد صاحب معاف کیجئے آپ کی نظم کا ترجمہ میرے فہم سے تو بالاتر ہے

عزیز احمد عزیز۔ یہ صرف ارشد پر ہی کیا منحصر ہے مشرق کی جدید شاعری ایک بڑی حد تک فہم اور ادراک سے بالاتر ہے۔

م۔ ن۔ ارشد۔ مثلاً میرے ایک دوست کے اس شعر کو لیجئے

پاس کی کیا خوب ہے و تنا رسیدہ ہو۔
بابا ہے تو مرے گزند جانے کا اثر۔
اب بتائیے اس شعر کا کیا مطلب ہے!

غالب۔ (شعر کو دہرا کر) صاحب سچ تو یہ ہے کہ اگرچہ اس شعر میں سارا مطلب ادا ہوئے الفاظ شامل ہیں۔ مگر باوجود اس کے اس شعر کا مطلب سمجھ سے بعید۔

م۔ ن۔ ارشد۔ مجھے اس حرف گیری پر آپ اس شعر کو سمجھے ہی نہیں۔ مگر خیر اس بحث میں کیا رکھا ہے کیوں نہ اب ڈاکٹر قربان حسین خالص سے درخواست کی جائے کہ اپنا کلام پڑھیں۔

ڈاکٹر خالص۔ میری نظم کا عنوان ہے "عشق" عرض کیا ہے

عشق کیا ہے!
میں نے ایک عاشق سے پوچھا۔
اس نے یوں رو کر کہا۔
عشق ایک طوفان ہے
عشق اک سیلاب ہے
عشق ہے ایک زلزلہ
شعلہ جوالہ ہے عشق
عشق ہے پیغام موت

غالب۔ بھئی یہ کیا مذاق ہے نظم پڑھئے۔ مشاعرہ میں نثر کا کیا کام؟

ڈاکٹر خالص۔ (جھلا کر) تو آپ کے خیال میں یہ نثر ہے؟ یہ آپ کی سخن فہمی کا عالم اور دریا تھا آپ نے ہی نظم میں تاثیر کے طریقے نہیں۔

غالب۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کس قسم کی نظم ہے نہ ترنم۔ نہ قافیہ نہ ردیف۔

ڈاکٹر خالص۔ مرزا صاحب یہی تو جدید شاعری کی ایجاد ہے آپ نے اردو شاعری کو قافیہ اور ردیف کی قیود سے ... زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا ہم نے اس کے خلاف جہاد کر کے آزاد کیا ہے۔ اور اب رہا اس میں وہ ادبیات پہلے کے جیسا جوش جذبات کی خصوصیات سے کہیں زیادہ اہم ہیں۔ میری مراد وسعت تخیل، نازک اشکال اور ندرت فکر سے ہے۔

غالب۔ (ندرت تخیل کیا خوب۔ کیا پر دلیل ہے ---
میں نے اک عاشق سے پوچھا اس نے یوں رو کر کہا

ڈاکٹر خالص۔ (چڑ کر) عاشق رو کر نہیں کہے گا تو کیا قہقہہ لگا کر کہے گا! مرزا آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ عشق اور رونے میں کتنا گہرا تعلق ہے۔

غالب۔ مگر آپ کو قافیہ اور ردیف ترک کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

رفیق احمد خوگر۔ اس کی وجہ مغربی شعراء کا تتبع نہیں بلکہ ہماری طبیعت کا فطری میلان ہے جو زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح شعر و ادب میں بھی آزادی کا طالب ہے۔ اس کے علاوہ دور جدید کی روح۔ انقلاب، کشمکش، تحقیق، تجسس، تغیر، ترقی اور جد و جہد ہے۔ احول کی اس تبدیلی کا اثر ادب پر ہوا ہے اور میرے اس نتیجے کو تحقیقات سے بھی ثابت کیا گیا ہے ذہنی فیصلہ میں تسلیم کیا ہے چنانچہ اسی لئے ہم نے محسوس کیا کہ قدیم شاعری ناقص ہونے کے علاوہ روح عصر میں وہ لطیف کیفیت پیدا نہیں کر سکتی جو شاعر کے خیال پر۔ ڈاکٹر خالص کی شاعری کا جو ہے۔ قدیم شعرا اور جدید شعرا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قدیم شعرا بقول مولانا آزاد حسن و عشق کی حدود سے باہر نہ نکل سکے۔ اور ہم جن میدانوں میں گھوڑے دوڑا رہے ہیں وہ ان کی وسعت کا اندازہ ہے اور نہ ان کے عجائب و لطائف کا شمار۔

غالب۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

م۔ ن۔ ارشد۔ خوگر صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم ایک نئی دنیا میں رہتے ہیں۔ یہ ریڈیو ہوائی جہاز اور ایٹم بم سے پھٹنے والے بموں کی دنیا ہے۔ یہ بھوک، بیکاری، افلاس اور آزادی کی دنیا ہے۔ اس دنیا میں رہ کر ہم اپنا وقت حسن و عشق، گل و بلبل، شیریں فرہاد کے افسانوں میں صرف نہیں کرتے شاعری کے لئے اور بھی موضوع سخن ہیں۔ جیسا کہ ہمارے ایک شاعر نے کہا ہے

آج تک سرخ و سیہ صدیوں کے سائے تلے
آدم و حوا کی اولاد پہ کیا گزری ہے
موت اور زیست کی روزانہ صف آرائی میں
ہم پہ کیا گزرے گی۔ اجداد پہ کیا گزری ہے
یہ حسیں کھیت پھٹا پڑتا ہے جوبن جن کا
یہ ہر اک سمت پر اسرار کڑی دیواریں
یہ بھی ہیں ایسے کئی اور بھی مضمون ہوں گے

راجہ مہدی علی خاں۔ بہت خوب یہ بھی ہیں ایسے کئی اور بھی مضمون ہوں گے۔ ویسے ہی مضامین میں سے ایک مضمون "ڈاک خانہ" ہے جو میری اس نظم کا جو میں ابھی آپ کے سامنے پڑھوں گا موضوع ہے۔

غالب۔ ڈاک خانہ!

راجہ مہدی علی خاں۔ مرزا اس میں حیران ہونے کی کیا

(...) سنئے عرض کیا ہے۔

ڈاک خانے کے اندر آج وقت کا ہجوم
ڈالیے کر خط کہ ہیں کس قدر لوگ آدمی
ان میں ہر اک کی تمنا ہے کہ وہ
ڈال کر جلدی سے خط یا پارسل
بھاگ کر دیکھے کہ اس کی سائیکل
ہے پڑی باہر، جہاں رکھ کر گئے
ڈاک خانے میں ابھی آیا تھا وہ خط ڈالنے
جا رہے ہیں خط چہار اطراف کو۔
بمبئی کو، مصر کو، لندن کو، کوہ قاف کو۔
دیکھنا آئی ہے اک عورت لفافہ ڈالنے
کون کہتا ہے کہ اک عورت ہے یہ
یہ تو لگتی ہے کسی کالج کی ...
جس کے بال
قد و خال
اس قدر سستے ہیں عورت کے تمام
اس کو عورت کہتے ہیں ...
اب تو ہماری لغت میں
ہے مگر کس شخص کا یہ سب قصور
کیا نظر میری نہیں کرتی ہے کام
جھٹپٹا سا ہو گیا ہے شام کا
یا ہمارے ہے تمدن کا قصور
کہ بنا ہے تو جوان
ڈاک خانے میں ہیں اب کے لفافہ ڈالنے
اس قدر بچے ہیں یا وہ جو مرد ہیں
کہ نظر آتے ہیں ہم کو عورتیں

(زور و شور کی داد دی جاتی ہے۔ ہر طرف سے مرحبا، بہت خوب، کمال کر دیا کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔ مرزا غالب کی مرگی ہر لمحہ بڑھتی جا رہی ہے)

ن۔ م۔ ارشد:۔ اب میں ہندوستان کے مشہور شاعر پروفیسر غبیطا سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے تازہ کلام سے ہمیں نوازیں۔

پروفیسر غبیطا:۔ میں نے تو کوئی نئی چیز نہیں لکھی۔

میرا جی:۔ تو پھر وہی نظم سنا دیجئے جو پچھلے دنوں ریڈیو والوں نے آپ سے لکھوائی تھی۔

پروفیسر غبیطا:۔ آپ کی مرضی تو وہی سن لیجئے۔ عنوان ہے "تنہائی"۔

فون میرا دلِ زار ابھی فون نہیں
سائیکل ہوگا کہیں اور چلا جائے گا
ڈھل چکی رات اترنے لگا کھمبوں کا بخار
کمپنی باغ میں لنگڑانے لگے سر جھاڑ
تھک گیا رات کو چلا کے ہر اک کوچہ گرد
گل کرو دامنِ افسردہ کے بوسیدہ داغ
یاد آتا ہے مجھے سرمۂ دنبالہ دار
اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کر لو
اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا

(نظم کے دوران میں اکثر مصرعے دو دو بلکہ چار چار بار پڑھوائے جاتے ہیں اور پروفیسر غبیطا بار بار مرزا غالب کی طرف داد طلب نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مرزا غالب مبہوت ہیں)

م۔ ن۔ ارشد:۔ حضرت میرے خیال میں یہ کوئی عشقیہ نظم نہیں ہے بلکہ اس میں شاعر نے ملک کے اندر [illegible] کا نقشہ کھینچا ہے۔

رشیق احمد:۔ (سرگوشی کے انداز میں میرا جی سے) اچھوتی ہے۔

م۔ ن۔ ارشد:۔ اب میرا جی اپنا کلام پڑھیں گے۔

میرا جی:۔ میری نظم کا عنوان ہے "جنگلن"

غالب:۔ جنگلن!

میرا جی:۔ جنگلن۔ اگر آپ آم کی صفت میں قصیدہ لکھ سکتے ہیں تو کیا بندہ جنگلن پر نظم لکھنے کا حقدار نہیں۔

غالب:۔ معاف کیجئے گا۔ نظم پڑھئے۔

میرا جی:۔ عرض کیا ہے۔ چنچل جنگلن کی چھب نیاری
جگت میں تم ہو کرشن مراری
جان گئی ہیں سکھیاں پیاری
رادھا ناچی آج گئی تو
کرشن کنہیا ڈھونڈتے ہیں
لیکن میں تو بھول چکا ہوں
جنگلن سے جو بات بنی تھی
بیرک ... جیسے تھی اپنے
جی میں ہے اک بجلن کے جنگلن
گاؤں لیکن رادھا پیاری
رنگ کو اس کے دیکھ کے مجھ کو
یاد آتے ہیں کرشن مراری
اس لئے مجھ کو رہنا بہتر
چپکے میں بول پریم پجاری

(ہر طرف سے داد دی جاتی ہے۔ بعض شعرا ہنستے ہوئے سننے والے ہیں [illegible] جدید شاعری میرا جی کا [illegible] ہے)

م۔ ن۔ ارشد:۔ اب جناب بکرماجیت صاحب ورما سے استدعا کی جاتی ہے کہ اپنا کلام سنائیں۔

بکرماجیت ورما:۔ میں نے حسب معمول کچھ گیت لکھے ہیں۔

غالب:۔ (حیران ہو کر) شاعر اب گیت لکھتے ہیں؟ اللہ! دنیا کدھر جا رہی ہے۔

بکرماجیت ورما:۔ مرزا آپ کے زمانے میں گیت شاعری کی ایک باقاعدہ صنف قرار نہیں دیئے گئے تھے۔ جدید دور کے شعرا نے انہیں ایک قابل قدر صنف کا درجہ دیا ہے۔

غالب:۔ ہاں یاد آیا، ہمارے زمانے میں عورتیں، جہاں [illegible] پاس تماش [illegible] اور گیت گایا کرتے تھے۔

بکرماجیت:۔ پہلا گیت ہے "برہن کو سندیس"۔ عرض کیا ہے۔

اڑ جا دیس بدیس رے کوے اڑ جا دیس بدیسیا
سن کر تیری کائیں کائیں

غالب:۔ خوب! سن کر تیری کائیں کائیں!

بکرماجیت ورما:۔ عرض کیا ہے۔

سن کر تیری کائیں کائیں
انکھوں میں آنسو بھر آئیں
بول یہ تیرے من کو بھائیں
مت جا ناں پردیس رے کوے اڑ جا دیس بدیسیا

م۔ ن۔ ارشد:۔ بھئی کیا اچھوتا خیال ہے۔ بندش صاحب میرے خیال میں ایک گیت آپ نے کبوتر پر بھی لکھا تھا وہ بھی مرزا کو سنا دیجئے۔

بکرماجیت:۔ سنئے پہلا بند ہے:۔ بول کبوتر بول!
دیکھ کویلیا کوک رہی ہے
من میں میرے ہوک اٹھی ہے
کیا تجھ کو بھی ہوک لگی ہے
بول غٹر غوں بول کبوتر
بول کبوتر بول

باقی شعرا:۔ (ایک زبان ہو کر) بول کبوتر بول کبوتر بول کبوتر

(اس اثنا میں مرزا غالب نہایت گھبراہٹ اور بے چینی کی حالت میں دروازے کی طرف دیکھتے ہیں)

بکرماجیت ورما:۔ اب دوسرا بند سنئے:۔
کیا میرا ساجن آتا ہے
کیوں مجھ سے روٹھا جاتا ہے
کیوں میرے طعنے سہتا ہے
بھید یہ سارے کھول کبوتر
بول کبوتر بول!

باقی شعرا:۔ (ایک زبان ہو کر) بول کبوتر بول کبوتر۔ بول کبوتر بول۔

(اس شور و غل کی تاب نہ لا کر مرزا غالب بھاگ کر کمرے سے باہر نکل جاتے ہیں)

ماخوذ از سنگ و خشت

سنگاریٹی کالریز سرکاری ملکیت میں

حیدرآباد۔ ۱۵ جولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت حیدرآباد اور حیدرآباد (دکن) کمپنی لمیٹڈ کے مابین سنگاریٹی کالریز کمپنی کے حصص کی اکثریت کی خریدی کی نسبت گفت و شنید حیدرآباد دکن کمپنی کی جانب سے جاری تھی کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حکومت سرکار عالی کی جانب سے اس سلسلہ کی مزید تفصیلات رسمی کارروائی کے بعد پبلک کی اطلاع کی خاطر شائع کئے جائیں گے۔ جس کے لئے چند ہفتوں کی مدت درکار ہو گی۔

(ا۔ پ)

نمائش صنعتی حسن کاری

نواب مہدی نواز جنگ بہادر کی تقریر

صنعتی حسن کاری کی نمائش کے افتتاح کے موقع پر صاحبزادہ بسالت جاہ بہادر اور صاحبزادی غنیس النساء بیگم صاحبہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے نواب مہدی نواز جنگ بہادر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ۔

پانچ سال ہوئے کہ چند شہریوں نے حیدرآباد میں آرٹ اکزیبیشن کی ضرورت کو محسوس کیا اور ۱۹۳۹ء میں حیدرآباد آرٹ اکزیبیشن کے نام سے ہز ہائینس پرنس آف برار کی سرپرستی میں نمائش کو منعقد کیا۔ اس نمائش میں ہندوستان کے مختلف حصوں سے پانچ سو تصاویر داخل ہوئی تھیں۔ جن کی مالیت ۰۰ ہزار تھی منتخب تصویروں کے لئے تین ہزار پانچسو کے انعامات بھی دئیے گئے اس نمائش کو بندگان عالی متعالی کے معائنہ خاص کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ نمائش کے ملاحظہ کے بعد بانیان نمائش کو مخاطبت کی عزت بخشی گئی اور ارشاد ہمایونی ہوا کہ ملک میں حسن کاری کے معیار کو بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ عارضی نمائش کے علاوہ مستقل آرٹ گیلری قائم کی جائے تاکہ دنیا کے مشہور حسن کاروں کے شہ کاری اہل نظر کے سامنے رہیں۔

۱۹۴۰ء میں حیدرآباد اکزیبیشن کمیٹی نے حیدرآباد آرٹ سوسائٹی کی شکل اختیار کی آرٹ کی ترقی کے لئے ہر طرح کا کام کرنا حسن کاروں کے درمیان قریبی ربط کے مواقع بہم پہنچانا نقاشی مجسمہ سازی مصوری خوشنویسی اور دیگر متعلقات فنون لطیفہ کو آگے بڑھانے کے لئے نمائشوں مجلسوں کتب خانوں اور آرٹ گیلریوں کو ذریعہ اختیار کرنا بیرونی ممالک کے مماثل اداروں سے رشتہ عمل قائم کرنا مقامی مستحقین حسن کاری کو ذہانت تعلیمی اور دیگر طور پر امداد دینا اور آرٹ کا ذوق اہل ملک میں پیدا کرنا حیدرآباد آرٹ سوسائٹی کے مقاصد ہیں۔

حیدرآباد آرٹ سوسائٹی کے اس وقت جس قدر بھی رکن ہیں ان میں بہت اضافہ کی ضرورت ہے اس سوسائٹی کی خوش نصیبی ہے کہ ہز ہائینس پرنس آف برار، شہزادی درشہوار اس کی سرپرست اعلیٰ ہیں۔ اور عالی جناب کرنل مرزا احمد سعید خاں بہادر نواب چھتاری عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر عالیجناب نواب فخر یار جنگ بہادر اور آنریبل مسٹر غلام محمد سرپرست ہیں ہماری سوسائٹی ممنون ہے کہ ان کی سرپرستی سے ان کی مالی امداد سوسائٹی کی ترقی کا سبب زیادہ ثابت ہوئی۔

حیدرآباد آرٹ سوسائٹی نے مقامی حسن کاروں کے کاموں کو منظر عام پر لانے کے لئے ایک آرٹ گیلری کی ابتدا کی ہے۔ محکمہ صنعت و تجارت نے مرکز فروخت گاہ معینہ جات ملکی کے ایک حصہ میں آرٹ گیلری کو جگہ دی ہے اس سے مقامی حسن کاروں کو بڑی سہولت حاصل ہوگئی کیونکہ ان کی تیار کردہ تصاویر کی نمائش کا اور آرٹ کے قدر دانوں کے لئے تصویروں وغیرہ کے انتخاب اور خریدی کا بیک وقت باقاعدہ انتظام ہوگیا۔

حیدرآباد آرٹ سوسائٹی کے پیش نظر چند اور کام بھی ہیں۔ جن سے حسن کاروں کو سہولتیں حاصل ہوں گی لیکن اس کا ذکر اس نوبت پر قبل از وقت ہے۔

حیدرآباد آرٹ سوسائٹی نے وقت کی ضرورت کے مدنظر صنعتی اور تجارتی اغراض کے لئے اس نمائش کے انعقاد کو ضروری تصور کیا تاکہ حسن کاروں کے تعلقات صنعت داروں اور تاجروں سے فنی اور حسن کاری کے نقطہ نظر سے قائم ہو جائیں۔ مقصد یہ ہے کہ ایک طرف صنعت داروں اور تاجروں میں بہترین ذوق حسن کاری پیدا ہو جس کے ذریعہ وہ صنعت اور تجارت کو ترقی دے سکیں دوسری طرف حسن کاروں کو اپنی حسن کارانہ قابلیت ہنرمندی اور فطری صلاحیتوں کو حسن کاری کی ترقی کے ساتھ ساتھ ملک کی معاشی ترقی میں استعمال کرنے کا موقع ملے جس سے خود حسن کاروں کی معاشی حالت بہتر ہو سکے۔

صنعتی اور تجارتی حسن کاروں میں بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک حسن کار کی قابلیتیں جو صرف خیالی تصاویر پر خواہ وہ اصلی یا اس سے جاتی انسانی صورت کے بنانے یا اصلی یا تخیلی مناظر قدرت اور دیگر مخلوقات کے نقوش کی تیاری پر صرف ہوتی رہی ہیں۔ ان کا استعمال ملک کی تمام ضروریات کے لئے کیا جا سکے گا۔ صنعتی اور تجارتی حسن کاری کے علاوہ حسن کاری کا ایک شعبہ بھی وجود میں آیا ہے جس کو میں ضروری حسن کاری کہوں گا اس کے نمونے غالباً زیادہ آگاہو کی مہم کفایت شعاری کے پرچار جنگ میں حصہ لینے کی ترغیب کے سلسلہ میں نظر آئیں گے۔

حسن کار ایک قاصد ہے جو کمال حسن و خوبی کے ساتھ پیام پہنچا سکتا ہے۔ ایک صنعت دار کو اس کی مصنوعات کی خوبی اور سودمندی کا پیام صارفین تک پہنچانے میں نقش کے ذریعہ پہنچانے کے لئے ایک تاجر کو خریدی اشیاء کی ترغیب کے لئے ایک بلدیہ کو شہری خدمات کے سلسلہ میں شہریوں کو شہری فرائض کی طرف متوجہ کرنے کے لئے عمل دخل کے اداروں کو عوام کی ضرورتوں اور سہولتوں کے پورا کرنے کے لئے محکمہ تعلیمات کو تعلیم بالغان کی ترویج کے لئے محکمہ طبابت و صحت عامہ کو صحت عامہ اور صفائی کی بہتری کے لئے محکمہ ... کو راہ روی کے آداب اور ٹرافک کنٹرول کی نظری تعلیم کے لئے اور بعض اوقات ایک حکومت وجماعت الناس کے فائدہ کے احکام کی اشاعت کے لئے جانے والی اشتہاروں ہدایتوں اور گشتیوں کے حسن کار کو مدد لینے میں زیادہ کامیابی ہو سکے گی۔ ایک زمانہ تھا کہ حسن کار دنیا اور اس کے مادی کاروبار سے بے تعلق محض تخیل کی دنیا اور تصور کے سہارے سپنوں میں گم رہا کرتا تھا لیکن عصر جدید میں حسن کار نے سماج میں اہم جگہ حاصل کر لی ہے تاہم حسن کار ... ادہ کرنے کی ترغیب دینا ہر حال ضروری ہے اور یہ نمائش ان کوششوں کے زنجیر کی ایک کڑی ہے ہندوستان میں صنعتی یا تجارتی حسن کاری کی نمائش کی ابتدا ... سال ہے ... ہیں کی جبکہ ہندوستان میں صنعتوں اور تجارتوں کے لئے تھی مجھے اس امر کا اعتراف کرنے میں خوشی ہوتی ہے کہ اس نمائش کا خیال برطانیہ کی کامیاب مثال کی تقلید ہے اور ... آرٹ سوسائٹی کی یہ کوشش ممالک محروسہ سرکار عالی کی صنعتی تجارتی اور ضروری دوائر میں محدود ہے۔

اشتہار مرتبہ عدالت دیوانی منصفی کریم نگر

نمبر مقدمہ ... سنہ ۱۳۵۳ف باجلاس پنڈت راؤ کشن راؤ بی اے ایل ایل بی منصف

کاارچ بیگا زرعلی بنام وٹے پلی رامیسو راؤ

دعوےٰ

اجرائی ڈگری

بنام وٹے پلی رامیسو راؤ ولد وکنشو راؤ قوم برہمن عمر ۵۰ سال پیشہ وطندار ساکن کنڈی سنگور حال مقام ... تعلقہ سرسلہ۔

ہرگاہ تمہارے نام نوٹس متعدد مرتبہ اجرا کی گئی جو بوجہ عدم موجودگی تمہارے بلا تعمیل واپس آئے اس لئے ذریعہ ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مقدمہ کی پیشی ۲۰ امرداد شہریور ۱۳۵۳ف مقرر ہے پس تاریخ مذکور پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو کر پیروی کی دی جواب دہی کرو ورنہ بصورت عدم حاضری تمہارے مقابلہ کارروائی ضابطہ کی جائے گی جس پر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

آج بتاریخ ... ماہ ... ۱۳۵۳ف میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط	مہر دستخط
مینیجر	سرشتہ دار

مجلہ طیلسانین

(۱) مجلہ طیلسانین انجمن طیلسانین جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کا سہ ماہی رسالہ علمی و ادبی رسالہ ہے۔ اس کا شمار حیدرآباد کے معیاری رسالوں میں ہوتا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ عام اور دوسرا حصہ معاشیات۔

(۲) حصہ عام میں ادبیات، سیاسیات، اخلاقیات، نفسیات، قانونیات، فلسفہ اور دینیات اور جغرافیہ پر ماہرین فن کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔

(۳) حصہ معاشیات صرف معاشی عنوانات کے لئے وقف ہوتا ہے اس میں نظری اور عملی معاشیات کے اہل علم کے مضامین شامل ہوتے ہیں۔ مقامی اور بیرونی مسائل حاضرہ پر خالص علمی پیرائے میں بحث کی جاتی ہے۔

(۴) یہ رسالہ سال میں ... ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اعلیٰ مضامین اور اس قدر زیادہ حجم کے باوجود اس کا سالانہ چندہ مقامی خریداروں سے پانچ روپیہ سکہ عثمانیہ اور بیرونی خریداروں سے ... بارہ آنے

دفتر طیلسانین (انجمن طیلسانین عثمانیہ) ... شاہ ...

احمدیہ پریس چار مینار میں طبع ہو کر دفتر مملکت سا ... سے شائع ہوا